معین الدین نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کرسی کو گھما کر دفتر کا معائنہ کیا۔ اس کے سامنے گلاس ٹاپ میز تھی۔ جدید ترین مصنوعی لکڑی کی بنی یہ میز شاید حال ہی میں یہاں لگی تھی کیونکہ اس سے ابھی تک خوشبو آ رہی تھی۔ فرش پر گہرے ہرے رنگ کا قالین تھا۔ اگرچہ یہ پرانا تھا مگر صاف ستھرا قالین تھا۔ ایک طرف پوری دیوار کے ساتھ کتابوں اور چیزوں کے لیے ریک تھا۔ ریک کا نچلا حصہ فائلیں رکھنے کے لیے تھا اور اس پر بڑے اہتمام سے مضبوط

ایک انکوائری میں ہونے والی پراسرار اموات..... عملہ و آفیسر سب اس سے پریشان تھے

جنونی کیفیات کسی نہ کسی واقعے کا پیش خیمہ ہوتی ہیں... ماضی نے اسے ایسے جنون میں مبتلا کر دیا تھا کہ وہ شریفانہ اطوار چھوڑ کر جرم کی راہ پر ہو لیا... ہولناک اور جنوں پسندی کی یہ عادت اسے مسلسل اپنے مقصد میں کامیابی سے ہم کنار کر رہی تھی...

جنونی

مریم کے خان

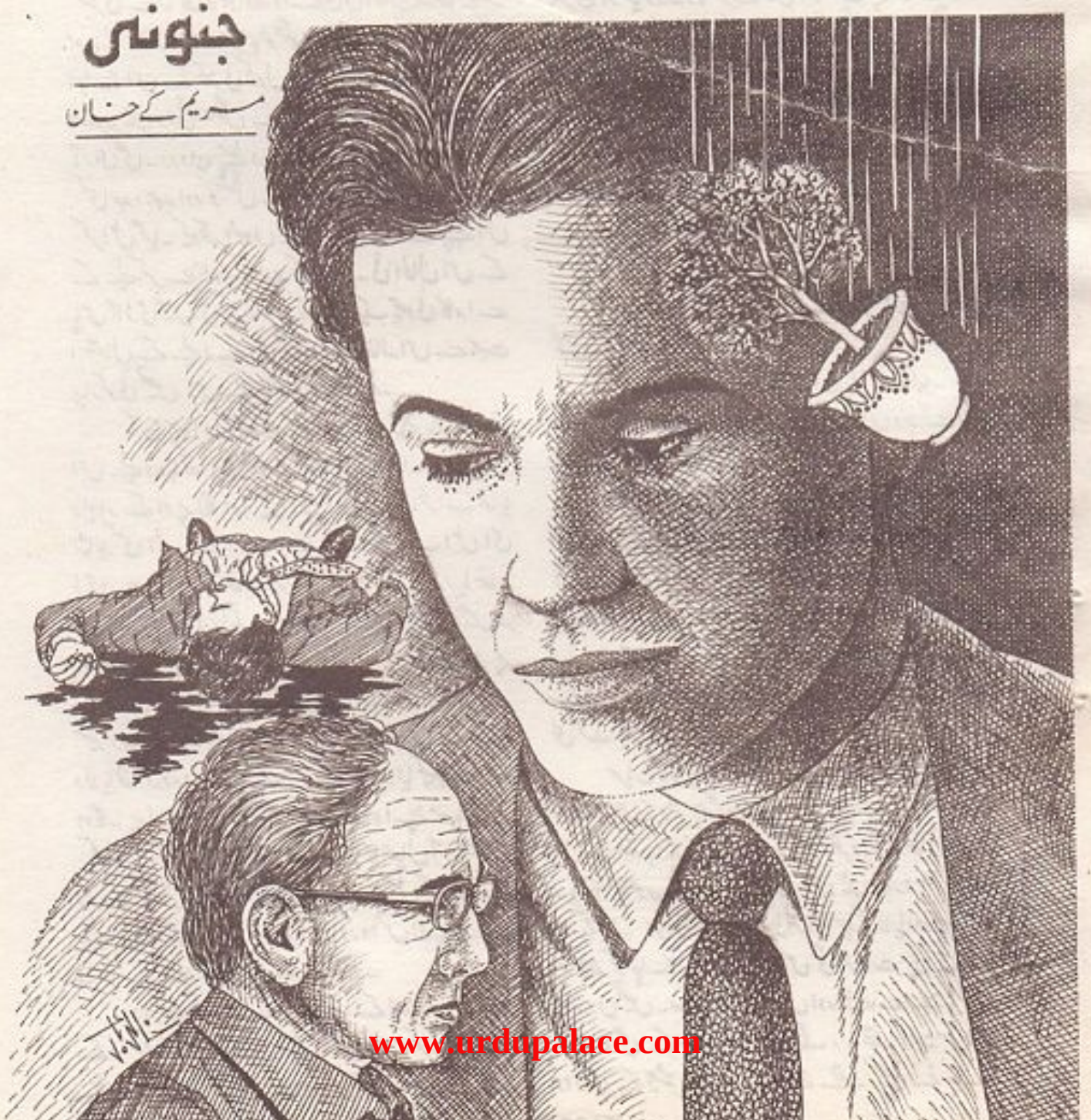

www.urdupalace.com

لاک لگا ہوا تھا۔ میز کے دوسری طرف دو عدد اسی ڈیزائن کی لیکن کسی قدر ہلکے معیار کی کرسیاں تھیں اور ایک طرف دیوار کے ساتھ ایک ٹو سیٹر صوفہ سیٹ مع چھوٹی سی ٹیبل کے تھا۔ کمرا ویسا ہی تھا جیسا کہ ایک سترہ گریڈ کے افسر کا ہونا چاہیے تھا۔ معین نے فیڈرل سول سروس کا امتحان کامیابی سے بلکہ امتیازی نمبروں سے پاس کیا تھا۔ ٹیسٹ و انٹرویو کے بعد وہ اپنی جاب پر آیا تھا۔

آج اس کا دفتر میں پہلا دن تھا۔ وہ بہ طور سیکشن آفیسر پوسٹ ہوا تھا۔ کمرے کے عقب میں دیوار پر کھڑکی کے ساتھ لگا ہوا ونڈ وا ے سی فی الحال بند تھا کیونکہ سرما کا آغاز تھا اور موسم خوشگوار ہو گیا تھا۔ اے سی کے بجائے اس نے کھڑکی کھول لی تھی جس سے عمارت کے عقب میں واقع جنگل سے خوشبو آمیز سرسراتی ہوئی ہوا آ رہی تھی۔ دو دن پہلے وہ اپنے شہر سے یہاں وارد ہوا تو کسی جدوجہد اور کوشش کے بغیر اسے آفیسرز ہاسٹل میں کمرا مل گیا۔ کیونکہ انہوں نے اس کی آمد سے پہلے اس کے لیے کمرے کا بندوبست کر لیا تھا۔ فی الحال اس کے پاس گاڑی نہیں تھی مگر خالو نے اپنی ایک چھوٹی کار اسے استعمال کے لیے دے دی تھی۔ کیونکہ خالہ اس سے بہت پیار کرتی تھیں اس لیے خالو مہربان تھے۔

آج پہلا دن تھا اور کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا اس لیے وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ کونے میں دیوار کے اوپر لگا ہوا ایل ای ڈی ٹی وی خراب تھا یا شاید کسی افسر نے اسے اپنے گھر کے خراب ایل ای ڈی سے بدل دیا تھا۔ بہر حال یہ کام نہیں کر رہا تھا۔ سامنے چند فائلیں ایک پلاسٹک ٹرے میں رکھی تھیں۔ ہولڈر میں پین اور دوسرے لوازمات تھے۔ میز پر کمپیوٹر کی کمی تھی۔ اس نے چارج لیتے ہی متعلقہ افسر منیر رحمان سے کمپیوٹر کا مطالبہ کیا تھا اور اس نے یقین دلایا تھا کہ دو دن کے اندر اس کی میز پر نیا کمپیوٹر موجود ہوگا۔ یہاں وائی فائی نہیں تھا ورنہ وہ اپنے موبائل پر کچھ وقت گزاری کر لیتا۔ اسے سیما کا خیال آ رہا تھا جو اس کی منگیتر تھی اور ان دنوں تعلیم حاصل کرنے کے لیے یو کے میں تھی۔ وہ اسکائپ اور واٹس ایپ پر ایک دوسرے سے رابطے میں رہتے تھے۔

دہشت گردی کے واقعات کے بعد دارالحکومت کے اہم سرکاری اداروں میں جیمر نصب کر دیے گئے تھے اور یہاں موبائل فون سروس کام نہیں کرتی تھی۔ پہلے وائی فائی تھا مگر وہ بھی اسی خدشے کی وجہ سے بند کر دیا، اب صرف وائر کی مدد سے انٹرنیٹ استعمال کیا جا سکتا تھا اور اس کے لیے کمپیوٹر لازمی تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا کرے۔ دروازہ کھلا اور اس کا چپڑاسی سراج بابا اندر آیا۔ اس کا نام سراج الدین تھا مگر دفتر میں سب ہی اسے سراج بابا کہتے تھے۔ وہ تقریباً پچپن چھپن برس کا دبلا پتلا لیکن مستعد آدمی تھا۔ وہ گزشتہ پینتیس برس سے یہاں کام کر رہا تھا۔ جس وقت وہ بھرتی ہوا تو چپراسی کے لیے تعلیم کی شرط نہیں تھی اسی وجہ سے وہ بھرتی ہو گیا ورنہ وہ صرف تین جماعت پڑھا ہوا تھا۔ اب چپراسی کے لیے بھی میٹرک کی تعلیم لازمی تھی۔ معمولی تعلیم کے باوجود طویل ملازمت نے اسے ادب و آداب سکھا دیے تھے۔ وہ بہت نستعلیق لہجے میں بات کرتا تھا اور ہر جملے میں سر ضرور استعمال کرتا تھا۔ اپنے افسر کا اشارۂ ابرو سمجھتا تھا اور اسی وجہ سے اتنے عرصے سے اسی جگہ کام کر رہا تھا۔

''سر، کسی چیز کی ضرورت ہے؟''

''چائے لے آؤ۔'' معین نے کہا۔ ''آج کوئی کام نہیں ہے اس لیے بوریت ہے۔''

''سر، کام بہت ہے۔'' سراج بابا نے کہا۔ ''مگر گزشتہ ایک سال سے یہاں جو ہو رہا ہے اس وجہ سے اس دفتر کے لیے کام کم رہ گیا ہے۔''

معین نے بھی اس بارے میں سنا تھا مگر سرسری سا اور وہ ایسی باتوں کو اہمیت نہیں دیتا تھا۔ اس پوسٹ پر آنے والے تین افسران گزشتہ ایک سال میں غیر طبعی موت کا شکار ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ معین نے سراج بابا سے کہا۔ ''ہاں میں نے سنا تھا۔ تم چائے لے آؤ اس کے بعد مجھے اس بارے میں بتانا، کچھ وقت ہی کٹ جائے گا۔''

سراج بابا چلا گیا۔ معین نے اٹھ کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ اس کا دفتر چوتھی منزل پر تھا۔ یہاں سے جنگل اور اس کے عقب میں دور پہاڑوں کا منظر واضح دکھائی دے رہا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی اور اس میں سارا منظر بہت واضح تھا۔ سراج بابا چائے کی ٹرالی سجا کر لایا اور صوفے پر بیٹھ کر چائے بنانے لگا۔ اس کی حرکات نپی تلی اور موزوں تھیں۔ صاف پتلون قمیص اور سلیقے سے بنے بالوں ... وہ اچھا لگ رہا تھا۔ البتہ سر اور داڑھی کے بیشتر بال سفید ہو گئے تھے۔ معین نے چائے

www.urdupalace.com

لیتے ہوئے کہا۔ ''میں نے سرسری سا سنا ہے، یہاں کیا ہوا تھا؟''

سراج بابا کے چہرے پر دکھ چھا گیا۔ اس نے گہری سانس لی۔ ''پتا نہیں کس کی نظر لگ گئی اس دفتر کو سر۔ جب میں نوکر ہو کر آیا تو یہاں ضمیر شاہ صاحب تھے۔ ان کے ساتھ میں چار برس رہا۔ بہت اچھے آدمی تھے اور بہت خیال کرتے تھے۔ پھر وہ چلے گئے اور دوسرے افسران آتے رہے۔ ایک سال پہلے صغیر صاحب آئے۔'' یہ کہتے ہوئے سراج بابا کے چہرے پر دکھ کا تاثر گہرا ہو گیا۔ ''بہت خوب صورت اور اچھے نوجوان تھے۔ وہ براہِ راست پوسٹ پر آئے تھے۔ مگر مشکل سے ایک مہینا نہیں گزرا تھا کہ لفٹ میں گر گئے۔''

معین نے پوچھا۔ ''تمہارا مطلب ہے کہ لفٹ گر گئی؟''

''نہیں جی، وہ پریشان تھے۔ اصل میں ان سے ایک اہم فائل مس ہو گئی تھی۔ اوپر سے دباؤ تھا اور نئی نئی جاب تھی۔ پریشانی میں آدمی کا دماغ کہاں کام کرتا ہے۔ شام کو جاتے ہوئے انہوں نے لفٹ کا بٹن دبایا اور دروازہ کھلا تو وہ سمجھے کہ لفٹ آ گئی ہے۔ انہوں نے بے دھیانی میں اندر قدم رکھ دیا مگر لفٹ اوپر تھی۔ وہ نیچے گر گئے....'' سراج بابا چپ ہو گیا۔ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''شام چھ بجے کے بعد ایک لفٹ آن ہوتی ہے دو بند کر دی جاتی ہیں۔ کوئی ساتھ بھی نہیں تھا اس وقت تک ساری بلڈنگ خالی ہو گئی تھی۔ صفائی کرنے والے نے لفٹ کا دروازہ کھلا دیکھ کر جھانکا تو....''

''ان کے گھر والوں پر تو قیامت گزر گئی ہو گی۔''

''غریب گھر سے تھے۔ ادھر کسی سے دوستی اور جان پہچان نہیں تھی۔ ان کی میت بھی میں ان کے گاؤں لے گیا تھا۔''

''افسوس ہوا۔'' معین نے چائے کی چسکی لے کر کہا۔ ''تم چائے اچھی بناتے ہو۔''

سراج بابا خوش ہو گیا۔ ''برسوں سے یہاں ہوں صرف ایک بار پسند ناپسند کا بتانا پڑتا ہے سر۔ اللہ کی مرضی ہو تو اور بات ہے ورنہ کبھی کسی کو شکایت نہیں ہوئی۔''

''اچھا اس کے بعد کیا ہوا؟''

''ادھر چار مہینے دفتر خالی پڑا رہا۔ میں صبح آتا اور صفائی کر کے بیٹھ جاتا اور شام کو گھر چلا جاتا۔ کام کا عادی ہوں اس لیے فارغ بیٹھنا پڑا تو بہت مشکل ہوئی۔ پھر کامران صاحب آ گئے۔ ان کے والد بھی بیوروکریٹ رہے ہیں۔ اچھی فیملی سے تعلق تھا۔ تھوڑے شوقین مزاج تھے مگر دل کے بہت اچھے تھے، مجھ سے عزت سے پیش آتے تھے۔ بلکہ وہ کیا میں نے آج تک جتنے بھی افسروں کے ساتھ کام کیا کبھی کسی نے بے عزت نہیں کیا۔ غلطی بھی ہوئی تو اکیلے میں بلا کر ڈانٹا۔ سب کے سامنے کسی نے بے عزت نہیں کیا۔''

کوئی اور موقع ہوتا تو معین شاید اتنی لمبی بات نہ سنتا مگر اس وقت وہ سننے کے موڈ میں تھا۔ اسی لمحے سراج بابا کو بھی احساس ہوا کہ وہ زیادہ بول رہا ہے۔ اس نے جلدی سے کہا۔ ''سر، اگر آپ کہیں تو میں مختصر الفاظ میں سناؤں، بوڑھا آدمی ہوں اور آدمی بوڑھا ہو کر زیادہ بولنے لگتا ہے۔''

''نہیں بابا تم تفصیل سے سناؤ۔ آج کام نہیں ہے وقت اسی طرح کٹے۔''

سراج بابا نے مطمئن ہو کر بات جاری رکھی۔ ''کامران صاحب بھی اچھے خوبرو جوان آدمی تھے۔ ان کی دوسری پوسٹنگ تھی۔ ایک سال وہ دوسرے سیکشن میں رہے تھے۔ پھر یہاں تبادلہ کرا لیا۔ آرام سے دفتر آتے تھے اور جلدی چلے جاتے تھے مگر اپنا کام پورا کرتے تھے۔ اگر کسی دن کام زیادہ ہوتا تو وہ دیر تک بھی رکتے تھے مگر روز کا کام روز کرتے تھے۔ جب جلدی جاتے تو مجھے بھی چھٹی کرنے کو کہہ دیتے تھے مگر جب دیر تک رکتے تو مجھے کہتے کہ میں وقت پر چلا جاؤں۔ مگر مجھے اچھا نہیں لگتا کہ افسر کام کر رہا ہو اور میں چھٹی کر کے چلا جاؤں۔ انہیں چائے پانی یا کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو خود اٹھنا پڑتا۔ انہیں بھی بس دو مہینے گزارنا نصیب ہوئے۔

''ایک دن چھٹی کے وقت وہ سیڑھیوں سے اتر رہے تھے کہ ان کا پاؤں سلپ ہوا یا نہ جانے کیا ہوا۔ وہ نیچے گرے اور ان کے سر پر شدید چوٹ آئی۔ اتفاق سے اس دن وہ دیر تک رکے تھے اور میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے میں ذرا جلدی چلا گیا۔ نہ جانے کتنی دیر پڑے رہے۔ پھر رات کے چوکیدار نے انہیں دیکھا تو ایمبولینس بلوائی اور انہیں اسپتال لے جایا گیا مگر ڈاکٹروں نے بتایا کہ ان کا بہت دیر پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ اگلے دن میں دفتر آیا تو یہاں سوگ کا سماں تھا۔ کامران صاحب کے والد بیرونِ ملک سے ان کے انتقال کا سن کر آئے تھے۔ پورا دفتر ان سے تعزیت کرنے گیا تھا۔ میں بھی گیا تھا مگر وہاں بڑے

www.urdupalace.com

بڑے لوگ تھے۔ ہم جیسے چھوٹے ملازمین کو موقع ہی نہیں ملا۔ بس باہر سے دعا کر کے واپس آ گئے۔"

"پولیس نے تفتیش کی تھی؟"

"ہاں جی پولیس آئی تھی اور اس نے پوری تفتیش کی اور پھر اسے حادثہ قرار دیا۔ جیسے صغیر صاحب کا واقعہ حادثہ قرار دے دیا گیا تھا۔"

معین نے دلچسپی لی۔"وہ بھی حادثہ ہی تھا۔"

"دیکھا جائے تو حادثہ ہی تھا لیکن اصل قصور تو لفٹ کی خرابی کا تھا اور ان لوگوں کا تھا جو اس کی مرمت کے ذمے دار تھے لیکن کسی کو کچھ نہیں کہا۔ ایک بندہ اپنی جان سے گیا اور محکمے نے کوئی ایکشن ہی نہیں لیا۔"

معین نے نرمی سے کہا۔"ایسا نہیں ہے، ایکشن اس وقت لیا جاتا ہے جب کوئی قصوروار ہو۔ کیا لفٹ میں پہلے سے خرابی تھی؟"

"پتا نہیں سر لیکن اس وقت تو لفٹ خراب ہی تھی۔"

"تب ہو سکتا ہے کہ لفٹ خراب ہی اس وقت ہوئی ہو اور صغیر کا وقت آ گیا ہو بھی وہ اس کا شکار ہوا۔"

سراج بابا کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ اس سے متفق نہیں تھا۔ پھر اس نے بات آگے بڑھائی۔"سب سے برا عظمت صاحب کے ساتھ ہوا۔ دیکھا جائے تو انہوں نے خود اپنے ساتھ برا کیا۔ وہ پینے کے عادی تھے۔ دفتر میں بھی پیتے تھے۔ کام کی پروا نہیں کرتے تھے۔ ان کا تعلق ایک بڑے جاگیردار گھرانے سے تھا۔ خاندان کے کئی بندے وزیر مشیر لگے ہوئے تھے۔ انہیں ملازمت کی پروا کہاں ہوتی۔ چائے پانی کا شوق نہیں تھا، کام کی پروا نہیں کرتے تھے اس لیے میری ضرورت بھی کم پڑتی تھی۔ بہت ہوا تو شراب کے گلاس دھلوا لیتے تھے۔ آتے ہوئے بوتل ساتھ لاتے اور پینا شروع کر دیتے تھے۔ اکثر اتنی پی جاتے کہ مدہوش ہو جاتے اور چھٹی کے بعد بھی یہیں پڑے رہتے تھے۔ سارا دفتر چھٹی کر کے چلا جاتا پروا نہ ہوتے تھے۔

یہ جاتی سردیوں کے دن تھے۔ اس روز بارش ہوئی تھی اور ٹھنڈ اچانک ہی بڑھ گئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے ہیٹر آن کرنے کو کہا۔ وہ بہت نشے میں تھے۔ میں نے ہیٹر آن کر دیا۔ چھٹی کا وقت آیا تو وہ سو رہے تھے۔ میں ان سے اجازت لے کر جاتا تھا ورنہ وہ ڈانٹتے تھے۔ مگر جب ایک گھنٹا اوپر ہو گیا اور رات ہو گئی تو مجبوراً میں چھٹی کر کے گھر چلا گیا۔ پتا نہیں کیا ہوا، گیس پریشر میں مسئلہ ہ[illegible] وہ بند ہو گیا مگر گیس خارج ہوتی رہی۔ کمرا بند تھا۔ اس لیے گیس باہر نہیں نکلی اور عظمت صاحب کا دم گھٹ گیا۔ جب انہوں نے اپنی بیوی کا فون ریسیو نہیں کیا تو انہوں نے ملازم کو بھیجا۔ ان کی گاڑی یہاں پارکنگ میں موجود تھی۔ اوپر آ کر ان کا کمرا کھولا تو وہ دم گھٹنے سے مر چکے تھے۔ کیونکہ ان کا تعلق ایک بڑے گھرانے سے تھا اس لیے ہاہا کار مچ گئی۔ پولیس تفتیش کرنے آ گئی اور مجھے بھی پکڑ لیا۔ مگر میرا کیا قصور تھا، دو دن تھانے میں بند رکھ کر چھوڑ دیا۔"

"ہاں اس میں تمہارا کیا قصور۔" معین نے تائید کی۔

"اس کے بعد چھ مہینے تک دفتر بند پڑا رہا، میرا مطلب ہے کہ خالی رہا۔ اب آپ آئے ہیں۔"

معین مسکرایا۔"دیکھو مجھے کتنے عرصے یہاں کام کرنے کا موقع ملتا ہے۔"

"اللہ نے چاہا تو آپ اس دفتر سے ترقی پا کر جائیں گے سر۔" سراج بابا نے دعائیہ انداز میں کہا۔

"موت و زندگی اوپر والے کے ہاتھ میں ہے۔" معین نے سنجیدگی سے کہا۔"یہ دعا کرو کہ اللہ دونوں جہانوں میں اچھا کرے۔"

"جی، سر ایسا ہی ہوگا۔" سراج بابا نے کہا پھر چائے کا پوچھا اور اس کے مزید چائے کا منع کرنے پر ٹرالی واپس لے گیا۔ کچھ دیر بعد سیما کی کال آ گئی۔

"مبارک ہو آج جوائننگ ہے۔"

"ہو بھی گئی۔" معین نے جواب دیا۔"مگر صبح سے بیٹھا مکھیاں مار رہا ہوں۔ وہ بھی محاورتاً ورنہ یہاں مارنے کے لیے مکھیاں بھی نہیں ہیں۔"

"اوہ سوری! اصل میں، میں ابھی اٹھی ہوں اور یہاں صبح ہوئی ہے بلکہ نام نہاد ہی صبح ہے۔ آسمان پر گھرے بادل ہیں اور نہایت تیز اور ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ بستر سے نکلنے کو دل نہیں چاہ رہا مگر آدھے گھنٹے بعد کلاس ہے۔"

"کس جنجال میں خود کو پھنسا لیا ہے۔ اس سے اچھا تھا کہ یہاں ہوتیں اور میں تمہیں اپنے ساتھ لے آتا۔ سچ بہت بور ہو رہا ہوں۔"

"بس پاپا کی ضد کہ یو کے سے ڈگری لینی ہے۔" سیما نے ٹھنڈی سانس لی۔"ورنہ میرا کون سا ارادہ تھا اور سناؤ وہاں کا حال احوال؟"

جواب میں معین نے اسے اپنے پیش روؤں کا احوال [illegible] زیادہ عرصے زندہ نہیں رہے تھے۔ آخر میں اس نے مزاحیہ انداز میں کہا۔"دیکھو میری باری

www.urdupalace.com

کب تک آتی ہے۔"

"اللہ نہ کرے۔" سیما نے دہل کر کہا۔ "کیسی باتیں کر رہے ہو۔ مگر یہ سب کیا ہے؟"

"اسے اتفاق کہا جا سکتا ہے۔"

"کہیں ان اموات میں کسی شخص کا ہاتھ نہ ہو۔"

"کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے، وہ تینوں بالکل الگ اور الگ پس منظر کے لوگ تھے۔ کوئی انہیں کیوں مارنے لگا۔"

"ممکن ہے اس سیٹ پر کسی کی نظر ہو۔"

"سیما جان تم بائیولوجی میں ماسٹر کر رہی ہو۔ کرمنالوجی میں نہیں۔ بھلا ایک سیٹ کی خاطر کون تین بندے مار سکتا ہے اور وہ بھی اس طرح کہ بہ ظاہر حادثہ لگے اور اس سیٹ پر تو میں آیا ہوں، اگر مارنے والا اتنا ہی چالاک تھا تو اسے اس سیٹ پر آنا چاہیے تھا۔"

"ہو سکتا ہے کہ کوئی چکر ہو۔ اصل میں لگاتار تین اموات اتفاق یا حادثہ نہیں ہو سکتیں۔"

"یہ دنیا اتفاقات کا گھر ہے، یہاں ہونے کو کیا نہیں ہو سکتا۔"

"پلیز تم محتاط رہنا۔" سیما نے التجا کی۔ "سیٹ والی بات میں نے ایسے ہی کی تھی۔ مگر سوچو کہ اس دفتر سے تعلق رکھنے والے تین افراد غیر فطری موت کا شکار ہو چکے ہیں۔ کوئی اور بات بھی ہو سکتی ہے۔"

سیما کی اس بات نے معین کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے وعدہ کیا۔ "او کے میں سوچوں گا۔"

سراج بابا نے اسے خاصی حد تک معلومات دی تھیں لیکن واقعات کے اصل حقائق سے وہی لوگ واقف ہو سکتے تھے جنہوں نے ان کیسوں کی تفتیش کی ہوگی۔

پھر معین نے دفتر کے بجائے کلب میں اس موضوع پر بات کرنا مناسب سمجھا۔ ہاسٹل کے بعد اس نے جو دوسری جگہ دیکھی تھی وہ آفیسر کلب تھا۔ کلب کیا ایک الگ دنیا تھی جسے بیوروکریٹس نے اپنی مرضی سے بنایا ہوا تھا اور وہاں ہر سہولت اور تفریح تھی۔ معین کی خالو سے ملاقات یہیں ہوئی تھی اور انہوں نے اس کا تعارف اپنے سرکل میں کرایا تھا جس میں معین بھی آنے والے وقتوں میں شامل ہوتا۔ فی الحال تو یہ طاقتور بیوروکریٹس کا ایک گروپ تھا جس میں نیا فرد اسی وقت شامل ہوتا تھا جب ایک فرد ریٹائر ہو کر یہاں سے نکل جاتا تھا۔ معین کی باری بہت دور تھی۔ خالو نے اسے نصیحت کی تھی کہ وہ ہفتے میں ایک دو دن کلب کا چکر لگاتا رہے کیونکہ جو مسائل یہاں آسانی سے حل ہو جاتے تھے وہ دفتر میں بہت مشکل سے بھی حل نہیں ہوتے تھے۔

☆☆☆

ایک مہینے بعد جا کر معین کا حلقہ سیٹ ہوا تھا۔ کلب میں ابتدائی دن بہت بور گزرے تھے۔ نئے افسران ابھی تک اکیڈمی کی تربیت سے نہیں نکلے تھے اور وہ بات بھی ناپ تول کر کرتے تھے۔ درمیانے درجے کے افسران نیچے والوں کو منہ نہیں لگاتے تھے جیسے اوپر والے نیچے والوں کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ معین کو ذرا مشکل پیش آئی مگر وہ زبان کا تیز اور ہنسنے ہنسانے والا آدمی تھا اس لیے اسے زیادہ دیر بھی نہیں لگی۔ اس نے نیشنل آرٹ کالج سے گریجویشن کیا تھا اور اس کا اس کی شخصیت پر گہرا اثر آیا تھا۔ جنید اور صدیق اس کے اچھے دوست بن گئے تھے۔ اتفاق سے وہ بھی دوسرے شہروں سے آئے تھے اور ہاسٹل میں مقیم تھے۔ جنید آئی بی میں تھا جبکہ صدیق پولیس کے امور کی دیکھ بھال کرنے والے سیکشن سے تعلق رکھتا تھا۔ اس دوران میں اپنے پیش روؤں کی غیر فطری موت اس کے ذہن سے محو ہو گئی تھی۔ حالانکہ اس نے سوچا تھا کہ اس بارے میں پولیس رپورٹس تو دیکھے گا۔

سراج بابا کی بات درست ثابت ہوئی تھی۔ کام آیا تو اتنا آیا کہ اسے سر کھجانے کی فرصت بھی مشکل سے ملتی تھی۔ اس نے صرف سیما سے رابطے میں رہنے کے لیے تھری جی انٹرنیٹ وائی فائی ڈیوائس لے لی تھی جسے وہ ساتھ لاتا اور دفتر میں کمپیوٹر کی یو ایس بی میں لگا دیتا تھا۔ مگر کام کی زیادتی کی وجہ سے وہ مشکل سے چند ایک میسج سیما کو کر پاتا تھا اور اس کے آئے میسج شام کو یا رات کو ہاسٹل میں جا کر سنتا اور جواب دیتا تھا۔ ہفتے میں تین دن اس نے کلب کے لیے مخصوص کر رکھے تھے۔ جنید اور صدیق تقریباً سارے ہفتے آتے تھے۔ اس لیے معین کی ان سے ملاقات لازمی ہوتی تھی۔ معین دفتر سے سیدھا یہیں آتا اور چند گھنٹے وہاں گزار کر اور ڈنر کے بعد واپس جاتا تھا۔ وقت گزاری کے لیے وہ گپ شپ کرتے تھے یا پھر اسنوکر کھیلتے تھے۔ ایک شام اسنوکر میں صدیق نے شاٹ مارتے ہوئے اس سے کہا۔

"ہوشیار رہنا.... تمہارا دوسرا مہینا شروع ہو گیا ہے۔"

"ہوشیار! کس سے؟" معین نے ٹیبل کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"[illegible]یں اپنے تین پریوئیس کا انجام یاد نہیں ہے؟"

معین نے شاٹ مارا۔ "بالکل یاد ہے بلکہ میرے

www.urdupalace.com

پیون نے مکمل رپورٹ بھی دی تھی جو یقیناً پولیس رپورٹ سے خاصی بہتر ہوگی۔''

''شاید۔'' صدیق نے سر ہلایا۔ ''ویسے میں نے کل فائل دیکھی ہے۔''

معین نے پہلی بار دلچسپی لی۔ ''کیا میں دیکھ سکتا ہوں؟''

''کیوں نہیں لیکن میرے دفتر آنا ہوگا۔''

''میں اپنا دفتر چھوڑ کر تمہارے دفتر آؤں۔'' معین ہنسا۔ ''نہیں، تم کل فائل یہاں لے آنا کسی سادہ کور میں۔''

''تاکہ سارا محکمہ جان جائے کہ ہم یہاں دفتر کی فائلیں لاتے ہیں اور افسران کو رگڑنے کا موقع مل جائے۔''

''اوکے تم مجھے اس کی کاپی لا دینا۔'' معین نے متبادل پیش کیا اور اس بار صدیق مان گیا۔ اس نے اگلے دن معین کو فائل کی کاپی لا دی۔ اس میں پولیس کی رپورٹس تھیں اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹیں بھی۔ معین نے فائل اپنے بریف کیس میں رکھ لی۔ اس رات وہ دیر سے ہاسٹل پہنچا تھا۔ اس لیے فائل نہیں دیکھ سکا۔ اگلے دن دفتر میں سراج بابا نے چائے اور لوازمات سرو کرنے کے دوران اپنے تین سابق افسروں کا ذکر کیا تو معین نے اسے بتایا۔ ''میں نے ان کیسز کی فائل منگوائی ہے لیکن ابھی دیکھنے کا موقع نہیں ملا ہے۔''

''کیا اس میں الگ سے کوئی بات ہوگی سر؟''

''ہاں پولیس اور ڈاکٹر کی رپورٹس بہرحال ہماری معلومات سے زیادہ ہوتی ہیں۔''

''اس سے کیا ہوگا۔ جانے والے تو جا چکے ہیں سر۔'' سراج بابا نے افسردگی سے کہا۔

معین نے ابھی تک نہیں سوچا تھا کہ وہ رپورٹ دیکھ کر کیا کرے گا۔ سراج بابا کی بات سے اسے خیال آیا اور اسے لگا کہ سیما کی بات اس کے ذہن سے نکلی نہیں تھی۔ شاید تبھی اس نے رپورٹ منگوائی تھی۔ اس نے کہا۔ ''ہو سکتا ہے کہ ان حادثات کے پیچھے کوئی اور کہانی ہو۔''

سراج بابا چونکا۔ ''سر، آپ کا مطلب ہے کوئی بندہ اس میں ملوث ہو سکتا ہے؟''

''اس دنیا میں ہونے کو کیا نہیں ہو سکتا۔''

''اگر ایسا ہے تو اسے پکڑا جانا چاہیے۔ مگر پولیس نے تو کسی کو بھی نہیں پکڑا۔''

''تم جانتے ہو ہماری پولیس کی کارکردگی جب تک اوپر سے دباؤ نہ پڑے یہ حرکت کبھی نہیں کر [illegible]

''صغیر صاحب عام سے گھرانے سے تھے سر لیکن کامران اور عظمت صاحب تو بڑے گھرانوں سے تھے۔ پولیس نے ان کے لیے بھی کچھ نہیں کیا۔''

اگر انہیں شک ہوتا کہ موت کی وجہ حادثہ نہیں ہے اور اس میں کوئی فرد ملوث ہے تو وہ پولیس پر دباؤ ڈالتے اور پھر پولیس دوسرے انداز میں تفتیش کرتی مگر انہیں شک ہی نہیں ہوا۔''

سراج بابا نے سوچتے ہوئے کہا۔ ''شک تو یہاں بھی کسی کو نہیں ہے۔ پر لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک ہی دفتر میں آنے والے تین نئے افسران کی اموات ہوئی ہیں۔''

''کسی پر شک بھی کیا جاتا ہے؟''

''بعض لوگ منیر صاحب پر شک کرتے ہیں مگر وہ ایسے آدمی نہیں ہیں۔''

معین، منیر رحمان کو جانتا تھا۔ وہ ایڈمن آفیسر تھا اور نیچے سے ترقی کرکے اوپر آیا تھا۔ وہ اپنے رینک میں سب سے سینئر آدمی تھا اور اگر اسے سترہ گریڈ مل جاتا تو اس پوسٹ کا وہی حقدار بنتا تھا مگر فی الحال وہ سولہ گریڈ کا افسر تھا۔ یہاں کی انوینٹری اور عمارت کی مینٹی نینس اسی کے پاس تھی۔ وہ ذرا اکھڑ اور غصہ ور قسم کا آدمی تھا۔ بعض اوقات افسرانِ بالا سے بھی تکرار کر بیٹھتا تھا شاید اسی وجہ سے وہ پچیس برس میں سولہ گریڈ تک پہنچا تھا۔ لیکن اس میں شبہ نہیں تھا کہ اپنے کام میں ماہر تھا۔ اس لحاظ سے اس کی فائل مکمل تھی۔ اس کے پاس ماسٹر کی ڈگری بھی تھی۔ منیر کی عمر پینتالیس سال تھی مگر اپنی مضبوط جسامت اور بے داغ چہرے کی وجہ سے وہ پینتیس سے زیادہ کا نہیں لگتا تھا اور پینتیس کا بھی اس وجہ سے کہ اس کے بال کنپٹی سے سفید ہو گئے تھے۔ اگر وہ انہیں رنگ لیتا تو اور بھی کم عمر لگتا۔ وقت کا حد سے زیادہ پابند تھا۔ شدید قسم کا طوفانی موسم بھی اسے وقت پر دفتر آنے سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ چند مہینے پہلے بدترین قسم کی خراب سیاسی صورت حال میں بھی وہ دفتر آنے والے چند ملازمین میں شامل تھا۔ معین سے اس کا دو تین بار ہی واسطہ پڑا تھا اور اس نے منیر کو سرد مزاج شخص پایا تھا۔

سراج بابا نے اگرچہ اسے اچھا انسان قرار دیا تھا مگر معین سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ دیکھا جائے تو منیر شک کا حق دار بنتا تھا۔ پچیس سال کی طویل ملازمت کرنے کے بعد بھی وہ جس سیٹ پر صرف اس لیے نہیں آسکا تھا کہ سترہ گریڈ کا نہیں تھا۔ اس پر مقابلے کا امتحان دینے والے براہِ راست [illegible] اسے طیش دلانے کے لیے کافی تھی۔

معین نے سراج بابا سے پوچھا۔ ''اس عمارت کی مینٹی نینس

www.urdupalace.com

کی ذمے داری منیر رحمان کے پاس ہے؟''

''جی، منیر صاحب کے پاس ہے۔'' سراج بابا نے کہا۔ ''مگر یہ اضافی ذمے داری ہے جو ان پر ہے۔ وہ اصل میں انوینٹری کے انچارج ہیں۔''

''اس کا مطلب ہے لفٹ کی مرمت اور دیکھ بھال ان ہی کے ذمے آتی ہے؟''

''جی، ان کے ذمے آتی ہے لیکن وہ ایسے آدمی نہیں ہیں جو اپنی ذمے داری پوری نہ کریں۔ جیسے ہی ان کے پاس کوئی درخواست یا شکایت آتی ہے وہ اس پر فوری ایکشن لیتے ہیں۔''

یہ تو معین نے بھی دیکھا تھا کہ عام سرکاری دفاتر کے مقابلے میں یہاں مرمت کا کوئی بھی مسئلہ فوری حل کیا جاتا تھا۔ نہ تو بلب خراب ہوتے تھے اور نہ ہی نل ٹپکتے تھے۔ اس کے کمرے میں نئے ماڈل کا کمپیوٹر دو دن بعد ہی لگ گیا تھا۔ عمارت کی صفائی ستھرائی مکمل رہتی تھی اور کہیں ایک دھبا یا کاغذ کا ٹکڑا پڑا نظر نہیں آتا تھا۔ ظاہر ہے یہ سب منیر کی مستعدی اور انتظام کاری کا نتیجہ تھا۔ وہ دفتر میں اپنے ساتھ کے ملازمین سے بھی زیادہ بے تکلف نہیں تھا۔ اپنے کام سے کام رکھتا تھا اور شام چھ بجے اپنی سیٹ سے اٹھ جاتا تھا۔ اسے شاذ ہی شام چھ بجے کے بعد یا گپ شپ کرتے ہوئے دیکھا گیا تھا۔ آج کام زیادہ نہیں تھا۔ معین ساڑھے پانچ بجے دفتر سے اٹھ گیا۔

اس کا کلب جانے کا موڈ نہیں تھا اس لیے وہ ہاسٹل چلا گیا۔ فریش ہو کر اس نے میس کا رخ کیا۔ ڈنر کے بعد وہ پھر کمرے میں آیا۔ اس نے اپنے لیے چائے منگوائی اور فائل نکال لی۔ چائے آئی تو وہ فائل دیکھنے لگا۔ پولیس رپورٹ خاص نہیں تھی۔ صاف لگ رہا تھا کہ پولیس نے پہلے سے ذہن بنا کر تفتیش کی تھی اور واقعات کو حادثہ قرار دے کر جان چھڑائی تھی۔ جن لوگوں سے بیانات لیے تھے وہ بھی اس فائل میں شامل تھے۔ البتہ پوسٹ مارٹم رپورٹس قابلِ توجہ تھیں۔ پہلے افسر صغیر کی موت گردن ٹوٹنے سے واقع ہوئی تھی۔ گردن نیچے گرتے ہوئے ایک راڈ سے ٹکرانے سے ٹوٹی تھی۔ اس کے علاوہ اسے تین فریکچرز بھی ہوئے تھے لیکن یہ زخم جان لیوا نہیں تھے۔ کامران کی موت دماغ پر آنے والی شدید ضرب سے آئی تھی۔ ضرب گدی سے اوپر لگی تھی۔

رپورٹ کے مطابق کامران ایک فلور کی سیڑھیوں سے نیچے گرا تھا۔ سیڑھی کوئی بیس فٹ لمبی تھی۔ بلڈنگ میں فلور کی اونچائی بارہ فٹ تھی۔ معین نے عمارت کی سیڑھیاں دیکھی ہوئی تھیں۔ یہ آسان اور آرام دہ سیڑھیاں تھیں۔ قدمچے نو انچ چوڑے اور چھ انچ اونچے تھے۔ دونوں طرف ریلنگ لگی تھی۔ کنارے ماربل کے اور گولائی لیے ہوئے تھے۔ رپورٹ کے مطابق کامران کے سر کی چوٹ کسی دو انچ موٹی چیز سے ٹکرانے کا نتیجہ تھی۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ اس نے دماغ کا یہ حصہ تباہ کر دیا تھا اور موت فوری واقع ہوئی تھی۔ سر کی ضرب کے علاوہ باقی جسم پر معمولی سی چوٹیں آئی تھیں اور کوئی فریکچر نہیں ہوا تھا۔ باقی چوٹیں اتنی معمولی تھیں کہ سر پر ضرب نہ لگی ہوتی تو کامران شاید کپڑے جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا اور ڈاکٹر کو دکھانے کی زحمت بھی نہ کرتا۔

سب سے سادہ پوسٹ مارٹم رپورٹ عظمت کی تھی۔ اس نے بہت زیادہ پی تھی اور نشے کو بڑھانے کے لیے اس نے نشہ آور گولیوں کا استعمال بھی کیا تھا جیسا کہ بہت زیادہ عادی شرابی کرتے ہیں۔ اس طرح وہ ایک پیگ میں دو پیگ کا نشہ کر لیتے ہیں۔ مدہوشی کی حالت میں وہ کمرے میں گیس بھر جانے سے دم گھٹنے سے ہلاک ہوا۔ نشے کی زیادتی کی وجہ سے وہ اس قابل نہیں رہا کہ اپنی جان بچانے کے لیے کچھ کر سکے۔ اس کے جسم پر کوئی نشان نہیں تھا۔ کیونکہ وہ کرسی پر بیٹھے بیٹھے موت سے ہمکنار ہوا تھا اور غالباً اسے موت کی آمد کا پتا بھی نہیں چلا تھا۔ فائل میں گواہوں کے بیانات دیکھنے کے بعد معین نے فائل ایک طرف رکھ دی اور سوچنے لگا۔ جہاں تک صغیر کی موت کا تعلق ہے، وہ یقیناً حادثہ تھا اور نہ لفٹ کے یہ مسئلہ پیدا کرنا کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔

البتہ اسے کامران اور عظمت کی اموات کھٹک رہی تھیں۔ آخر سیڑھی پر کس چیز نے اس کے سر کے پچھلے حصے پر اتنی شدید ضرب لگائی کہ دماغ براہِ راست متاثر ہوا اور موت فوری واقع ہوئی تھی۔ عظمت کی پولیس رپورٹ میں نشہ آور دوا کی گولیوں کی برآمدگی کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ اس نے کال کر کے صدیق سے تصدیق کر لی تھی کہ پولیس کو عظمت کے پاس سے نشہ آور گولیاں نہیں ملی تھیں۔ اگلے دن اس نے دفتر آتے ہوئے اس جگہ کا معائنہ کیا جہاں کامران گرا تھا۔ یہاں اوپر سے لے کر نیچے تک کہیں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جو کامران کے سر پر لگتی تو اتنی شدید چوٹ آتی۔ شام کو اس نے کلب میں صدیق سے اپنے شبہات کا اظہار کیا۔ اس نے کہا۔

''سوال یہ ہے کہ اگر یہ کام منیر رحمان نے کیا ہے تب

www.urdupalace.com

بھی اس کے خلاف کیا ثبوت ہے۔ وہ ایک سرکاری افسر ہے، اسے صرف شبے کی بنیاد پر گرفتار نہیں کیا جا سکتا جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہ ہو۔''

''ایک تو ہمارے ہاں پولیس کو فوراً گرفتاری کی پڑ جاتی ہے۔'' معین نے کہا۔ ''بھائی ساری دنیا میں پولیس پہلے ثبوت اور گواہیاں تلاش کرتی ہے اور جب اسے یقین ہو جاتا ہے کہ بندہ اب بچ کر نہیں جا سکے گا تو پھر گرفتار کرتی ہے۔ تم ثبوت تلاش کرواؤ۔''

صدیق ہنسا۔ ''بھائی وہ دنیا کی پولیس ہے۔ ان کی تربیت دوسری ہوتی ہے، ہماری پولیس کی تربیت تم جانتے ہو۔''

''اس کے باوجود وہ واردات سے دو گھنٹے پہلے باخبر ہو جاتی ہے کہ واردات ہونے والی ہے۔'' جنید نے لطیفہ بیان کیا۔

''یار میں سنجیدہ ہوں کیونکہ سیما اس معاملے میں سنجیدہ ہے۔'' معین نے کہا۔ ''تین افراد کا مارا جانا اتفاق نہیں ہو سکتا ہے۔''

صدیق سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا۔ ''ٹھیک ہے میں پولیس حکام سے بات کرتا ہوں۔ مگر بات آف دی ریکارڈ ہوگی کیونکہ میں اس قسم کی کسی درخواست کا مجاز نہیں ہوں۔ ایک ڈی آئی جی سے رشتے داری ہے اس سے بات کرتا ہوں۔''

جنید بھی سنجیدہ ہو گیا تھا، اس نے معین کو مشورہ دیا۔ ''تم محتاط رہو، اگر تمہارے خیال میں ان واقعات کے پیچھے کوئی فرد ہے تو تمہیں محتاط رہنا چاہیے۔''

معین کو اب تک یہ خیال نہیں آیا تھا۔ واقعی اسے محتاط رہنا چاہیے۔ تین میں سے دو حادثے بلندی سے گرنے سے ہوئے تھے جبکہ ایک گیس سے دم گھٹنے کا کیس تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اب گیس ہیٹر دفتر میں استعمال نہیں کرے گا۔ اس کی جگہ اے سی استعمال کرے گا۔ یہ پرانے طرز کا اے سی تھا جو گرمائش بھی دیتا تھا۔ اسی طرح وہ لفٹ اور سیڑھیوں کے پاس محتاط رہے گا۔ صغیر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد عمارت کی تمام ہی لفٹس بدل کر ان کی جگہ جدید ترین لفٹس لگائی گئی تھیں جن کے دروازے اسی صورت میں کھلتے تھے جب لفٹ دروازے کے سامنے آ چکی ہو۔ اگلے دن وہ کلب پہنچا تو وہاں ایک نئی صورتِ حال تھی۔ جنید نے اسے مبارک باد دی۔ ''منیر بھی سترہ گریڈ کے لیے پروموٹ ہو رہا ہے۔ کچھ دن بعد وہ اس کلب میں نظر آئے گا اور شاید تمہاری سیٹ پر بھی۔''

معین نے اسے گھورا۔ ''تمہارا مطلب ہے؟''

''میرا کوئی مطلب نہیں ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ احمقانہ بات ہے۔'' جنید نے کہا۔ ''صدیق کے پاس بھی کچھ ہے بتانے کے لیے۔''

صدیق بولا۔ ''میری بات ہوئی ہے اور کیس اسپیشل برانچ کو بھیجا جا رہا ہے۔ میں نے تمہارے پوائنٹس آگے کر دیے ہیں اور اب ان پر تفتیش ہوگی۔''

''اسپیشل برانچ والے کب تک حرکت میں آئیں گے؟'' معین نے پوچھا۔ ''یقیناً اس کے لیے انہیں میری وفات کا انتظار نہیں ہوگا۔''

''یار، سرکاری مشینری کو استعمال کرنا آسان نہیں ہے۔''

اس رات سیما سے بات ہوئی تو اس نے پھر تشویش کا اظہار کر لیا اور اس سے کہا کہ وہ محتاط رہے۔ سیما نے کہا۔ ''میں نے اس پر غور کیا ہے۔ تینوں افراد دفتر کی عمارت میں حادثے کا شکار ہوئے یعنی خطرہ یہیں ہے۔''

''یہاں صرف ایک آدمی ہے جس کا نام لیا جا سکتا ہے۔'' معین نے اپنے منیر کے بارے میں بتایا۔ ''مگر پولیس نے سرے سے قتل کا سوچا ہی نہیں اس لیے کوئی ثبوت بھی نہیں ہے۔''

''اگر قاتل یہی شخص ہے اور تینوں افراد کو اسی نے قتل کیا ہے تو یہ بہت چالاک ہے۔ معین تمہیں بہت ہوشیار رہنا ہوگا۔''

چند دن بعد محکمے کے انڈر سیکریٹری نے میٹنگ بلائی تھی۔ مقصد کارکردگی میں اضافہ اور اخراجات میں کمی تھی۔ حکومت کی طرف سے ایک سرکلر تمام سرکاری محکموں کو بھیج دیا گیا تھا کہ اخراجات میں دس فیصد تک کمی لائیں۔ منیر اس میٹنگ میں موجود تھا۔ اس نے مخصوص بے باک انداز میں انڈر سیکریٹری سے کہا۔ ''سر، اخراجات میں کمی ہو جائے گی مگر اس سے کارکردگی لازمی متاثر ہوگی۔''

''وہ کیوں؟'' انڈر سیکریٹری نے بدمزگی سے کہا۔ کیونکہ سب ہاں میں ہاں ملا رہے تھے یا خاموش تھے، یہ پہلی معترض آواز تھی۔

''کیونکہ کٹوتی یا تو عام ملازمین کے لیے مخصوص مراعات سے ہوگی یا پھر بلڈنگ مینٹی نینس سے۔ دونوں صورتوں میں کارکردگی متاثر ہوگی۔''

''کون سے اخراجات سے گریز بھی کیا جا سکتا ہے۔'' ایک اونچے افسر نے منیر سے کہا۔

www.urdupalace.com

''سر، میرے پاس مینٹی نینس کی ذمے داری اضافی ہے۔'' منیر نے کہا۔ ''میں سو فیصد کام کا قائل ہوں، آدھا ادھورا کام مجھ سے نہیں ہوگا کیونکہ اس سے میری ساکھ پر حرف آئے گا۔ اگر ایسا ہوا تو میں یہ ذمے داری چھوڑنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔''

انڈر سیکریٹری نے کڑے تیوروں سے منیر کی طرف دیکھا۔ ''آپ کے پاس اخراجات میں کمی کی کوئی تجویز ہے۔''

''بالکل ہے سر۔ بلڈنگ کو سینٹرلی اے سی کرنے کا منصوبہ زیر التوا ہے، گرمی آنے سے پہلے اسے مکمل کیا جائے تو بجلی کے بل میں نصف کمی ہوگی۔ اسی طرح سرما میں گیس کا بل کم ہوگا۔ باغ کی تزئین و آرائش کے لیے جن غیر ملکی پودوں اور درختوں کا پلان ہے اس کی جگہ مقامی پودے لگائیں جائیں تو اخراجات میں خاصی کمی آئے گی۔''

منیر کی ان تجاویز پر افسران کا منہ بن گیا تھا۔ خاص طور سے ان افسران کا جو ان منصوبوں سے براہِ راست فائدہ اٹھا رہے تھے۔ معین کی توقع کے عین مطابق منیر کی تجاویز پر سرے سے کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ اس نے بھی اصرار نہیں کیا۔ باقی میٹنگ میں وہ سپاٹ چہرہ لیے بیٹھا رہا۔ میٹنگ کے بعد جب وہ باہر نکل رہے تھے تو معین نے کسی کو کہتے سنا۔ ''اس کی کسی نے نہیں سنی اور نہ اس کے اوپر آنے کا چانس ہے۔''

''ہاں جب تک دو تین افسر اور نہیں مارے جاتے۔'' کوئی دوسرا ہنسا۔ معین نے مڑ کر دیکھا مگر بھیڑ میں اسے بولنے والے نظر نہیں آئے تھے۔ بہر حال ان کی بات اور اشارے واضح تھے۔ گویا یہ بات محکمے کے لوگوں کے ذہن میں تھی۔ منیر رحمان کا رویہ ایسا تھا کہ ترقی کے خانے میں اس کے لیے اچھے ریمارکس مشکل سے ہی کسی افسر کے قلم سے نکل سکتے تھے۔ وہ اسی طرح اوپر آسکتا تھا جب مطلوبہ اہلیت کا آدمی سیٹ کے لیے دستیاب نہ ہو۔ وہ دفتر کی طرف جا رہا تو اتفاق سے منیر اس کے ساتھ ہی چل رہا تھا۔ معین نے آہستہ سے کہا۔ ''آپ نے اچھی تجاویز پیش کیں۔''

''اور آپ نے اس پر ردِعمل بھی دیکھ لیا۔'' وہ زہریلے لہجے میں بولا۔ ''اوپر سے آنے والوں کا رویہ یہی ہوتا ہے۔''

منیر کا اشارہ سول سروس کی طرف تھا۔ معین نے آہستہ سے کہا۔ ''ویسے آپ بھی اب سترہ [illegible] آپ ہیں اور سب ایک سے نہیں ہوتے ہیں۔''

''جو ایسے نہیں ہوتے ہیں وہ میری طرح دھکے کھاتے ہیں۔'' منیر کہتے ہوئے اپنے آفس کی طرف مڑ گیا۔ معین کو اس کا انداز اچھا نہیں لگا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ سول سروس والوں کے لیے اس کے اندر تلخی بھری ہوئی تھی اور وجہ صاف ظاہر تھی کہ وہ اب تک اوپر نہیں آسکا اور اس کا ذمے دار وہ سول سروس سے آنے والوں کو سمجھتا تھا۔ معین سوچ میں پڑ گیا کہ کیا وہ اس کا بدلہ یوں لے رہا تھا۔ وہ ذہین اور سازشوں سے شناسا تھا۔ معین مختصر عرصے میں جان گیا تھا کہ جتنی سازشیں یہاں سرکاری محکموں میں ہوتی ہیں اتنی دنیا میں اور کہیں نہیں ہوتیں۔ کامران اور عظمت کی موت کا آسانی سے بندوبست کیا جا سکتا تھا۔ صغیر کی موت اگرچہ ایک پیچیدہ حادثے میں ہوئی تھی لیکن دیکھا جائے تو یہ بھی کیا جا سکتا تھا۔ رات جب اس نے سیما سے بات کی تو اس نے معین کی سوچ کی تائید کی۔

''یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ صغیر کو لفٹ کا دروازہ کھول کر نیچے پھینکا جا سکتا تھا۔''

معین کو تجربہ تھا کہ پرانی طرز کی لفٹوں کے دروازے جبکہ لفٹس فلور پر نہ ہو ذرا سا زور لگانے سے کھل جاتے ہیں۔ جدید لفٹوں میں ایسے لاک ہوتے ہیں جو اس وقت تک دروازہ نہیں کھلنے دیتے جب تک لفٹ فلور پر نہ آجائے۔ اگر ایمرجنسی میں کھولنا ہو تو اس کے لیے مخصوص چابی ہوتی ہے جسے بٹنوں کے پینل کے ساتھ بنے مخصوص خانے میں ڈالنے سے لفٹ کا دروازہ کھولا جا سکتا تھا مگر یہ چابی صرف مخصوص لوگوں کے پاس ہو سکتی ہے۔ معین نے پوچھا۔ ''اس نے صغیر کو اندر کیسے پھینکا ہوگا؟''

''دھوکے سے یا بے بس کر کے۔'' سیما نے جواب دیا۔ کیونکہ اس وقت عمارت میں کوئی اور نہیں تھا اس لیے کسی نے نہیں دیکھا۔''

''وہ انٹرنس لابی کے کیمروں سے کیسے بچا ہوگا؟'' معین نے پوچھا۔

''یہ بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے، وہ ایڈمن میں ہے اور اس کے پاس ایمرجنسی ڈور کی چابی لازمی ہوگی۔''

''یو آر جینئس۔'' معین نے کہا۔ ''لیکن اگر وہ نہیں گیا ہوگا تو کیمرے کی ریکارڈنگ سے اس کا پتا بھی چل سکتا ہے۔''

''میرا خیال ہے وہ اپنے وقت پر گیا ہوگا اور دوبارہ [illegible] آیا ہوگا۔ اگر یہ باہر سے نہیں کھلتا ہے تو اس نے اسے پہلے ہی ان لاک کر دیا ہوگا۔ اندر آ کر وہ

www.urdupalace.com

چھپ گیا ہوگا جب تک سب نہ چلے جائیں۔ صغیر کے بارے میں اسے معلوم ہوگا کہ وہ دیر تک رکے گا۔ اس نے اپنا کام کیا اور ایمرجنسی ڈور سے ہی واپس چلا گیا۔''

معین، سیما کی ذہانت کا معترف ہو گیا تھا اور اس نے اگلے دن کلب میں فخر کے ساتھ اس کا خیال پیش کیا۔ مگر صدیق اور جنید دونوں ہی متاثر نہیں ہوئے تھے۔ جنید نے کہا۔ ''خیال آرائی کرنا آسان ہے لیکن اسے ثابت کرنا ہرگز ... آسان نہیں ہے۔''

''جبکہ ہونے والی بھابی نے اسے ویسے ہی چالاک ثابت کر دیا ہے کہ اس نے کوئی نشان نہیں چھوڑا۔''

معین کا موڈ خراب ہو گیا۔ ''تم لوگ کیا چاہتے ہو کہ اصل تفتیش کا آغاز میرے مرڈر سے کیا جائے۔''

''دیکھو دوست ہم قضا و قدر کے قائل ہیں۔ اگر تمہاری موت اسی طرح لکھی ہے تو تم اور ہم سمیت کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔'' صدیق نے کہا۔ ''باقی رہی تفتیش تو میں کہہ چکا ہوں کہ اسپیشل برانچ کے پاس کیس جائے گا۔''

''یعنی عراق سے تریاق آئے گا۔'' معین نے گہری سانس لی۔ ''تب تک یہ غریب بچ پائے گا یا نہیں۔''

اگلے دن وہ ذرا دیر سے دفتر پہنچا۔ ساڑھے نو بج رہے تھے۔ وہ انٹرنس لابی کی طرف جا رہا تھا کہ اس کی چھٹی حس نے خبردار کیا اور وہ بروقت رکا تھا کیونکہ اس کے رکتے ہی اوپر سے ایک گملا آ کر عین اس کے قدموں میں گرا تھا۔ اگر وہ روانی سے چل رہا ہوتا تو گملا اس کے سر پر گرتا۔ نیچے گر کر گملا جس طرح ٹکڑے ٹکڑے ہوا تھا اس سے ظاہر تھا کہ وہ کتنی رفتار سے آ رہا تھا۔ معین نے بے ساختہ اوپر دیکھا تو اسے براؤن رنگ کی جھلک دکھائی دی۔ یہ جھلک اسے اوپر دیوار کے ساتھ رکھے گملوں میں خالی گملے والی جگہ دکھائی دی تھی۔ جس گملے کی جگہ خالی تھی، وہ اس کے قدموں میں پڑا ہوا تھا۔ معین تیزی سے بھاگا اور اسے یہ خیال بھی نہیں رہا کہ لابی میں موجود لوگ اسے یوں آتے دیکھ کر کیا سوچیں گے۔ وہ لفٹ اور سیڑھیوں والے حصے تک آیا۔ اس کی نظر تین نمبر کی لفٹ پر مرکوز تھی۔ وہ اوپر سے آ رہی تھی اور چوتھے فلور پر رکی تھی۔ اس نے بٹن دبایا تو وہ نیچے آنے لگی، جب وہ کھلی تو خالی تھی یعنی اس میں کوئی نہیں تھا۔ وہ چوتھے فلور پر پہنچا اور اس نے سامنے صفائی کرتے سوئپر سے پوچھا۔

''ابھی لفٹ سے کون آیا تھا؟''

وہ سوچ میں پڑ گیا پھر اس نے کہا۔ ''کوئی آیا تھا صاحب اور اس طرف گیا تھا۔'' اس نے منیر کے دفتر کی طرف اشارہ کیا۔ ''پر میں دیکھ نہیں سکا صاحب، اس وقت میں صفائی کرتا آگے جا رہا تھا۔''

معین تیز قدموں سے منیر کے دفتر تک پہنچا۔ اس ہال نما کمرے کو پارٹیشن کیا گیا تھا اور آخری حصے میں منیر کا دفتر تھا۔ وہ اس وقت اپنے کیس ہیٹر کے ساتھ کچھ کر رہا تھا۔ معین ٹھٹکا کیونکہ اس نے براؤن رنگ کا کوٹ پہن رکھا تھا۔ جب وہ ہاتھ جھاڑتا کھڑا ہوا تو اسے دیکھ کر چونکا۔ ''معین صاحب آپ.....''

''کوئی مسئلہ ہے ہیٹر میں؟''

''ہاں اس کو آٹو ٹینک آف کرنے والی وائر ڈھیلی ہو گئی تھی، اسے ٹائٹ کر رہا تھا۔''

''یہ وائر اگر ڈھیلی رہ جائے تو ہیٹر آف ہونے کے بعد بھی گیس خارج ہوتی رہے گی۔''

''آف کورس، بہت سے لوگ اس چیز کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔''

''اور حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں۔'' معین نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ''اوپر یقیناً خاصی سردی ہوگی۔ مگر آپ کا کوٹ خاصا گرم ہے۔''

''اوپر.....؟'' منیر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''ہاں ابھی آپ چھت سے آ رہے ہیں۔''

''میں آدھے گھنٹے پہلے دفتر آیا تھا اور تب سے ہیٹر کے ساتھ لگا ہوا ہوں۔ پہلے میں نے مکینک بلانے کا سوچا مگر بجٹ کٹ پلان یاد آ گیا۔'' کہتے ہوئے اس کا لہجہ تلخ ہو گیا تھا۔ ''میں نے سوچا کہ خود ٹھیک کر لوں۔ اوپر تو میں دو دن پہلے گیا تھا۔''

''آپ کو یقین ہے کہ آپ اوپر نہیں گئے۔''

اس بار منیر نے اسے غور سے دیکھا۔ ''آپ کو یقین دلانے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟''

''کچھ نہیں۔'' معین نے کہا اور مڑ گیا۔ اسے یقین تھا کہ گملا اسی نے پھینکا تھا اور اب معصوم بن رہا تھا۔ وہ دروازے کے پاس رکا اور بولا۔ ''اگر میں پارکنگ میں ایک قدم اور بڑھا لیتا تو شاید کل آپ میری سیٹ کا چارج لے رہے ہوتے۔''

منیر نے پوچھنا چاہا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے مگر وہ وہاں سے چل دیا۔ اس نے عمارت کے سیکیورٹی چیف کو اس واقعے کی اطلاع دی مگر اس کا ذکر کرنے سے گریز کیا کہ اسے منیر

www.urdupalace.com

پر شبہ ہے۔ البتہ یہ بتا دیا تھا کہ جب اس نے اوپر دیکھا تو اسے براؤن رنگ کے لباس کی جھلک نظر آئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ سیکیورٹی چیف اس کے ساتھ جائے وقوع پر کھڑا تھا۔ اس نے اوپر دیکھا۔ ''گملا اسی جگہ سے گرا ہے۔''

''وہ تو مجھے بھی نظر آرہا ہے۔'' معین نے سرد لہجے میں کہا۔ ''سوال یہ ہے کہ یہ گرا کیسے؟''

''یہ دیکھنا پڑے گا جناب کیونکہ ہوا نہیں چل رہی ہے اور اتنا وزنی گملا خود سے نہیں گر سکتا۔''

دوپہر تک یہ خبر ساری عمارت میں پھیل چکی تھی۔ اس کے ساتھ کے لوگ اس سے پوچھنے آرہے تھے اور وہ انہیں بتا بتا کر تنگ آ گیا تھا۔ شام تک یہ اطلاع منیر تک بھی پہنچ گئی کیونکہ اس کی کال آئی تھی۔ ''معین صاحب، آپ صبح سیدھے میرے دفتر آئے تھے اور مجھ سے اوپر سے آنے کے بارے میں پوچھا تھا۔''

''ہاں۔''

''کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے کوئی غلط کام کیا ہے۔''

''تب ایسا کون کر سکتا ہے؟''

''میں نہیں جانتا سر۔'' منیر نے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔ ''مجھے ابھی دفتر میں ہونے والی سرگوشیوں کا پتا چلا ہے۔ میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا ہے، نہ آج اور نہ آج سے پہلے۔''

معین کو اب طیش آرہا تھا۔ اس نے کہا۔ ''یہ سب آپ پولیس کو بتائیے گا۔''

مگر کچھ دیر بعد انڈر سیکریٹری نے آکر معاملات سنبھال لیے تھے۔ اس نے سب کو زبان بندی کا حکم دیا اور منیر کو معین کے ساتھ بلا کر بات کی۔ معین نے الزام لگایا کہ اس کے تین پیش روؤں کی موت میں منیر کا ہاتھ تھا اور آج اسے قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اگر گملا اس کے سر پر گرتا تو وہ مردہ خانے میں لیٹا ہوتا۔ منیر نے ان الزامات کی تردید کی۔ ان دونوں کی بات سننے کے بعد انڈر سیکریٹری نے کہا کہ اس معاملے کو فی الحال پولیس کے سپرد نہیں کیا جا رہا ہے لیکن محکمہ اپنے طور پر تحقیق کرے گا۔ اس نے ان دونوں کو اس معاملے میں خاموش رہنے کا حکم دیا۔ اگلے روز معین دفتر پہنچا تو اسے پتا چلا کہ منیر گرفتار ہو گیا ہے اور اسے پولیس کی تحویل میں دے دیا گیا ہے۔ فی الحال وہ میٹنگ روم میں پولیس والوں کی تفتیش کا سامنا کر رہا تھا۔ وہاں انڈر سیکریٹری بھی موجود تھا۔

گرفتاری کی وجہ اس کے دفتر کی کیبنٹ سے ایک چھوٹا ہیئر بال کا بلا ملا تھا جس پر خشک خون اور بالوں کے آثار تھے۔ اسی طرح اس کی کیبنٹ سے ہیئر کے وہ تار ملے تھے جو گرم ہونے پر مڑ جاتے ہیں اور سرد ہونے پر سیدھے ہو کر ہیئر کو گیس کی فراہمی روک دیتے ہیں۔ منیر نے بلے کو اپنا تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہیئر کے تاروں کے بارے میں اس کا کہنا تھا کہ اس کا ہیئر اکثر مسئلہ کرتا ہے تو وہ کچھ اضافی تار لے آیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر ہیئر کی فوری مرمت کر سکے۔ بلا ٹھوس لکڑی کا تھا اور ابھی اس پر لگے خون اور بالوں کا تجزیہ کرانا تھا۔ اگر یہ خون اور بال کامران کے بلڈ گروپ اور بالوں کے اسٹرکچر سے میچ کر جاتے تو منیر اس کے قتل کے الزام میں پکڑا جاتا۔ فی الحال پولیس نے اسے شبہے کی بنیاد پر گرفتار کیا تھا۔ معین خوش تھا۔ وہ اپنے دفتر میں آیا اور اس نے سراج بابا کو بتایا تو اس نے ٹھنڈی سانس لی۔

''سر، پتا نہیں کیوں مجھے لگ رہا ہے کہ منیر صاحب چھوٹ جائیں گے۔''

''تم اب بھی اسے بے گناہ سمجھ رہے ہو؟''

''نہیں سر، یہ قانونی معاملات ہیں میرے سمجھنے یا نہ سمجھنے سے ان پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہاں مجھے حیرت ہوگی اگر وہ قاتل نکلے تو۔ پھر سر بڑے لوگوں کو سزا کہاں ہوتی ہے۔ اب تو وہ بھی سترہ گریڈ کے افسر ہو گئے ہیں۔''

''وہ قاتل ہے اسی نے ان تینوں کو قتل کیا ہے۔ کامران اور عظمت کے قتل میں استعمال ہونے والی چیزیں اس کے پاس سے نکلی ہیں اور جب وہ پولیس کی مار کھائے گا تو صغیر کے قتل کا اعتراف بھی کرے گا۔''

''نہیں سر، وہ اس قتل کا اعتراف نہیں کرے گا۔'' سراج بابا نے کہا اور بات بدل دی۔ ''آپ کے لیے چائے لاؤں سر۔''

معین نے اس کی بات پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

''ہاں اس وقت میں ضرورت بھی محسوس کر رہا ہوں۔''

چائے نوشی کے دوران معین حالات پر غور کرتا رہا۔ اسے حیرت تھی کہ منیر جیسے ہوشیار اور چالاک آدمی نے اپنے خلاف ثبوت دفتر کی الماری میں رکھے تھے۔ آخر اسے کیا سوجھی تھی۔ ورنہ ایک چھوٹے بلے اور چند تاروں کو ٹھکانے لگانا کون سا مسئلہ تھا۔ اسی وجہ سے وہ پکڑا گیا تھا۔ گزشتہ روز گرنے والے گملے کے ٹکڑے بھی پولیس کے حوالے کر دیے گئے تھے تاکہ محکمہ ان پر منیر کے فنگر پرنٹس ہوں۔ جب منیر کو لے جایا جا رہا تھا تو وہ بار بار کہہ رہا تھا کہ اس نے کچھ نہیں

www.urdupalace.com

کیاہے۔ کسی نے اس کے خلاف سازش کی ہے، اسے پھنسایا ہے اور وہی اصل قاتل ہے۔ نہ جانے کیوں معین کو اس پر ترس بھی آیا تھا مگر یہ لمحاتی بات تھی۔ اب اس کا خیال تھا کہ منیر جیسے لوگوں کی جگہ پھانسی گھاٹ ورنہ جیل کی کوٹھری تو ہونی ہی چاہیے۔ وہ اتنا پُر جوش ہو رہا تھا کہ اس نے اسی وقت سیما کو کال کر کے منیر کی گرفتاری کا بتا دیا۔ وہ بھی خوش ہو گئی۔ زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ معین کو اب خطرہ نہیں رہا تھا۔

''وہ جائے بھاڑ میں، مجھے تو تمہاری فکر ہو رہی تھی کہ تمہیں خطرہ ہوگا۔''

اگلے دن پتا چلا کہ منیر ضمانت پر رہا ہو گیا ہے۔ عدالت نے بلے پر لگے خون اور بالوں کے تجزیے سے پہلے اس کا ریمانڈ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ رپورٹ آنے میں چند دن لگتے۔ معین کسی قدر مایوس ہوا تھا مگر پھر اسے اپنی ہی بات یاد آئی کہ گرفتاری اہم نہیں ہے سزا دلوانے والے ثبوت اور گواہیاں اہم ہیں۔ اگر اس کے خلاف ثبوت مل گئے تو وہ دوبارہ گرفتار ہو سکتا تھا۔ منیر ضمانت پر رہا ہو گیا تھا مگر وہ ملازمت سے معطل تھا۔ جب تک اس کے کیس کا فیصلہ نہیں ہو جاتا اسے دفتر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ معین اس لیے زیادہ فکر مند نہیں تھا کہ منیر کا داخلہ دفتر میں بند تھا اور وہ مشکوک تھا اس لیے کوئی غلط حرکت کرنے سے گریز کرتا۔

اس دن موسم بہت زیادہ سرد تھا۔ صبح سے وقفے وقفے سے بارش جاری تھی۔ دفتر میں پارکنگ سے نکل کر انٹرنس لابی تک آتے آتے اس کا برا حال ہو گیا تھا حالانکہ اس نے اوور کوٹ بھی پہنا ہوا تھا۔ موسم کی وجہ سے اسٹاف کے خاصے لوگ نہیں آئے تھے اور جو آئے تھے وہ بھی جلدی چھٹی کر کے بھاگنے کی فکر میں تھے۔ دو بجے کے بعد لوگ جانا شروع ہوئے اور چار بجے تک عمارت تقریباً خالی ہو گئی تھی۔ معین کام کر رہا تھا۔ اس نے سراج بابا سے کئی بار کہا کہ وہ بھی چلے جائیں۔ اس کے پاس کچھ فائلیں آئی تھیں اور وہ انہیں چیک کر کے ہی جانا چاہتا تھا مگر سراج بابا نے جانے سے انکار کر دیا۔ ''سر، میں آپ کے ساتھ ہی نکلوں گا، مجھے بس اسٹاپ تک چھوڑ دیجیے گا۔''

پانچ بجے سراج بابا کہیں گیا اور دس منٹ بعد آیا تو عجلت میں تھا۔ اس نے معین سے کہا۔ ''سر، میرے ساتھ چلیں، منیر صاحب کے دفتر میں کچھ گڑبڑ ہے۔''

معین اٹھتے ہوئے بولا۔ ''کیسی گڑبڑ؟''

''آئیں سر، میں دکھاتا ہوں۔'' سراج بابا نے تیز قدموں سے آگے جاتے ہوئے کہا۔ معین نے راستے میں کئی بار پوچھا مگر اس نے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ وہ ایڈمن آفس ہال میں داخل ہوئے اور منیر کے کیبن کی طرف بڑھے۔ سراج بابا نے دروازے پر رک کر آگے اشارہ کیا۔ میز کے پیچھے سے دو ٹانگیں جھانک رہی تھیں۔ معین بے ساختہ آگے آیا اور جھک کر دیکھا اور اچھل پڑا، یہ منیر تھا جو بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا۔ اس نے مڑ کر کچھ کہنا چاہا تھا کہ کوئی چیز اس کے سر سے ٹکرائی اور وہ چکرا کر گر پڑا۔ ضرب اتنی شدید تھی کہ اس کے ہاتھ پیروں سے جیسے جان نکل گئی، اس نے دھندلائی آنکھوں سے دیکھا۔ ضرب ایک پیپر ویٹ سے لگائی گئی تھی اور پیپر ویٹ سراج بابا کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے تاثرات بالکل بدلے ہوئے تھے۔ اس نے جھک کر معین کو دیکھا اور بولا۔ ''سر، آپ ابھی ہوش میں ہیں۔''

''سراج..... تم..... یہ سب تم.....؟'' معین نے ٹوٹے الفاظ میں کہا۔

''ہاں یہ سب میں نے کیا ہے اور اس شخص کی وجہ سے کیا ہے۔'' اس نے منیر کی طرف دیکھا۔ ''اس ذلیل آدمی کی وجہ سے صغیر کو حادثہ پیش آیا۔ وہ نیا نیا آیا تھا اور اس سے ایک اہم فائل مس ہو گئی۔ اس شیطان صفت آدمی نے اس چھوٹی سی بات کو بہت بڑا مسئلہ بنا دیا اور صغیر کو انکوائری کی دھمکیاں دینے لگا۔''

''صغیر کو..... اس نے مارا؟''

''نہیں، وہ حادثے کا ہی شکار ہوا تھا مگر اس کی وجہ یہی شخص تھا۔ اس نے اسے اتنی ٹینشن دی کہ وہ بے خیالی میں لفٹ کے خلا میں گر گیا۔''

معین کا سر اب بھی چکرا رہا تھا اور ہاتھ پیروں میں جان نہیں تھی مگر اس کی زبان کسی قدر قابو میں آ رہی تھی۔ ''کامران اور عظمت؟''

''انہیں میں نے مارا کیونکہ وہ صغیر کی سیٹ پر آئے تھے۔ مجھے گوارا نہیں ہے کہ اس سیٹ پر کوئی اور آئے۔ پھر اسے بھی پھنسانا تھا۔'' سراج بابا نے منیر کی طرف اشارہ کیا۔ معین کو اپنی آنکھوں اور کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ کمزور اور معمولی سا سراج بابا جس کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ دوسرے اسے اہمیت نہیں دیتے تھے۔ اس سے سوائے خدمت کے اور کسی کام کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ وہ اپنے منہ سے کہہ رہا تھا کہ اس نے دو نوجوان افسروں کو قتل کیا تھا۔ رفتہ رفتہ معین کو یقین آنے لگا کیونکہ اس نے اسے بھی نہایت آسانی سے قابو کر لیا تھا۔ اس نے منیر کی طرف دیکھا، اس کا سینہ

www.urdupalace.com

حرکت کر رہا تھا یعنی وہ زندہ تھا۔ سراج بابا نے اسے بھی سر پر ضرب لگا کر بے ہوش کیا تھا۔ خون اس کے سر سے بہہ کر اس کے چہرے پر آ رہا تھا۔

''منیر یہاں کیسے آیا؟''

''میں نے کال کر کے بلایا ہے۔'' سراج بابا نے اطمینان سے کہا۔ ''آفس کے نمبر سے کال کی اور آپ کی آواز میں کی۔''

''میری آواز میں؟''

''جی سر، آپ کی آواز کی نقل اتارنا آسان ہے سارا دن سنتا رہتا ہوں۔'' اس نے بالکل معین جیسی آواز میں کہا۔ ''یہ دھوکا کھا گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ دفتر میں آ کر آپ سے ملے کیونکہ آپ کے پاس کچھ ایسے ثبوت ہیں جو اس کی بے گناہی ثابت کرتے ہیں۔ یہ سن کر یہ دوڑا آیا اور میں نے اسے آرام سے قابو کر لیا۔''

سراج بابا یوں سکون سے کہہ رہا تھا جیسے اسے کوئی عجلت یا خوف نہیں رہا تھا۔ یوں لگ رہا جیسے حالات مکمل طور پر اس کے قابو میں ہوں۔ یہ اس لحاظ سے درست تھا کہ عمارت خالی ہو چکی تھی۔ سردیوں میں صفائی کرنے والا عملہ بھی جلدی چھٹی کر جاتا تھا۔ اس لیے اب یہاں کسی کے آنے کا امکان نہیں تھا۔ اس کے باوجود معین اسے باتوں میں نہ لگاتا تو وہ اپنا منصوبہ بتانے کے بجائے اسے قتل کر چکا ہوتا۔ معین بہتر محسوس کر رہا تھا مگر وہ خود کو کمزور ہی ظاہر کرتا رہا۔ وہ سانس کھینچ کھینچ کر لے رہا تھا اور ٹوٹے پھوٹے انداز میں بات کر رہا تھا۔ ''تم ہم ..... دونوں کو ..... مار دو گے؟''

''صرف آپ کو سر۔'' سراج بابا نے بدستور مؤدب لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ زندہ رہے گا اور پھانسی چڑھے گا تب میرے دل کی آگ ٹھنڈی ہوگی۔''

''تم اس سے ..... کس بات کا ..... بدلہ لے ..... رہے ہو؟''

سراج بابا نے منیر کی طرف دیکھا۔ ''کیونکہ یہ میرے بیٹے کا قاتل ہے۔ صغیر میرا ایک ہی بیٹا تھا۔ میں نے اسے پڑھایا لکھایا۔ جب اس نے سول سروس کا امتحان دیا تو میں اس سے لاتعلق ہو گیا کہ کبھی میری نوکری اس کے لیے طعنہ نہ بنے۔ اتفاق سے اس کی پوسٹنگ یہاں ہوئی جہاں میں چپراسی ہوں۔ میں اپنے بیٹے کا چپراسی بنا رہا۔ صرف اس کی خاطر۔''

معین کو ایک بار پھر جھٹکا لگا۔ صغیر، سراج بابا کا بیٹا تھا۔ یہ ایک اور ناقابلِ یقین بات تھی۔ ''ہمارے ..... ہے؟''

''مجھے گوارا نہیں کہ میرے بیٹے کی سیٹ پر کوئی آئے۔'' سراج بابا نے کہا تو اس کے تاثرات جنونی ہو گئے تھے۔ ''جو بھی آیا میں اسے قتل کر دوں گا۔''

''تم کب تک ..... ایسا کرو گے؟''

''میں ہمیشہ ایسا نہیں کر سکوں گا۔'' اس نے اعتراف کیا۔ ''مگر جب تک یہاں ہوں اور آزاد ہوں ایسا کرتا رہوں گا۔ ابھی آپ کو اس پیپر ویٹ سے قتل کر دوں گا۔'' اس نے ہاتھ میں دبا ہوا پیپر ویٹ دکھایا۔ پھر منیر کی میز پر رکھے پیپر ویٹ کی طرف اشارہ کیا۔ ''اس پر منیر کی انگلیوں کے نشانات ہیں۔ اس پر خون لگا دوں گا تو ایسا لگے گا جیسے منیر نے اسی سے آپ کو قتل کیا ہے اور خود بھی مقابلے میں زخمی ہوا۔ پولیس آ کر اسے لے جائے گی۔ کوئی اس کی بات نہیں سنے گا کیونکہ سارے ثبوت اس کے خلاف ہوں گے اور اسے پھانسی سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔''

''تم نے دو ..... بے گناہ قتل کر دیے۔'' معین نے کہا۔

''آج اس میں ایک اور کا اضافہ ہو جائے گا۔'' سراج بابا آگے آیا۔ اس نے پیپر ویٹ والا ہاتھ بلند کیا تو معین نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کی حالت خاصی حد تک بہتر ہو گئی تھی۔ معین نے اسے پیچھے دھکا دیا۔ سراج بابا ذرا دور جا گرا پھر دوبارہ جنونی انداز میں اٹھا۔ معین بھی اٹھ گیا تھا۔ اس نے سراج بابا پر نظر رکھتے ہوئے میز پر ہاتھ مارا تو ایک چیز اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ جیسے ہی وہ آگے آیا اور اس پر وار کرنے کی کوشش کی معین نے پیپر نائف اس کے پیٹ میں اتار دی۔

☆☆☆

اسپتال میں معین سر کی مرہم پٹی سے فارغ ہوا تو ایک پولیس انسپکٹر اس سے بیان لینے کے لیے موجود تھا۔ منیر بھی اسپتال میں تھا، اسے ہوش نہیں آیا تھا مگر اس کی حالت بہتر تھی۔ سراج بابا کاری زخم کے باوجود بچ گیا تھا اور اس کی حالت بھی بہتر تھی۔ پولیس نے اس سے ابتدائی بیان لے لیا تھا، اس نے اعتراف کیا کہ سب اسی نے کیا ہے۔ کامران اور عظمت کا قتل، اس کے بعد منیر کے خلاف سازش اور معین کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ معین بیان دے کر ٹیکسی میں ہاسٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا سر دکھ رہا تھا اور وہ آرام کرنا چاہ رہا تھا۔ لیکن اس سے پہلے سیما کو بتانا چاہ رہا تھا کہ ..... انکل ..... تھا۔

www.urdupalace.com